یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اے ایمان لانے والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

تھے تاکہ تم گناہ سے بچ جاؤ

سِلسلہ اسلامیہ

نمبر ۴

روزہ

جس میں

روزہ کی فلاسفی اور اس کے احکام و مسائل بروئے قرآن و حدیث درج ہیں

مرتبہ

مولانا مصطفےٰ خاں صاحب بی اے

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

www.aaiil.org

فہرست

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۴،۳	فہرست	۱-
۵	پہلا باب ... روزہ کیا ہے	۲
۷	روزے کا حکم پہلی شریعتوں میں	۳-
۱۴	روزے کا حکم قرآن مجید میں	۴-
۱۵	روزے کی تاکید حدیث شریف میں	۵-
۱۹	روزے کے روحانی فوائد	۶-
۲۰	روزے کے فائدے طبی نگاہ سے	۷-
۲۲	دوسرا باب ... روزہ کے ایام اور وقت	۸-
۲۳	رُویت ہلال	۹-
۲۵	سحری	۱۰-
۲۶	افطار	۱۱-
۲۹	افطار کے وقت کی دعا	۱۲-
۳۱	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۳-

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۳	۱۴۔ تیسرا باب . . . روزہ کی تکمیل	
۳۹	۱۵۔ چوتھا باب . . . روزہ کے متعلق چند فطری احکام	
۴۵	۱۶۔ پانچواں باب . . . مسافر اور مریض کے روزے	
۵۶	۱۷۔ چھٹا باب . . . روزہ کی طاقت نہ رکھنے والوں کے بیان میں	
۶۳	۱۸۔ خاص خاص حالتوں میں روزہ	
۶۴	۱۹۔ ساتواں باب . . . صیام التطوع یا نفلی روزے	
۶۸	۲۰۔ وہ ایام جن میں روزہ رکھنا نہیں چاہیئے	
۷۱	۲۱۔ آٹھواں باب لیلۃ القدر	
۷۴	۲۲۔ لیلۃ القدر رمضان کی کن تاریخوں میں ہوتی ہے	
۷۷	۲۳۔ نواں باب . . . اعتکاف	
۸۲	۲۴۔ دسواں باب عید الفطر	
۸۴	۲۵۔ رویت ہلال	
۸۵	۲۶۔ تار اور خط کی شہادت کے خلاف فتویٰ	
۸۸	۲۷۔ صدقۃ الفطر	

پہلا باب

روزہ کیا ہے

انسان میں خدا تعالے نے دو قسم کے قویٰ ودیعت کئے ہیں۔ ایک قویٰ روحانی۔ دوسرے قویٰ جسمانی، اسلام کی تعلیم کی علت غائی یہی ہے۔ کہ ان دونوں قویٰ کی نشو ونما ہوتی رہے۔ اور ان میں ایک توازن پیدا ہو جائے۔ کہ انسان کامل اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کے قویٰ روحانی و جسمانی میں ایک تناسب اور توازن قائم ہو جائے۔

جسمانی قویٰ کی تربیت کے لئے تو ظاہری علوم و فنون اور اسباب دنیوی موجود ہیں۔ لیکن روحانی قویٰ کے لئے اللہ تعالیٰ نے شریعت نازل فرمائی ہے کہ ہم اس کے احکام پر عمل پیرا ہوکر ان نعمتوں سے متمتع

ہوسکیں جو عالم روحانی سے تعلق رکھتی ہیں، اور جولازوال ہیں ؎

جسمانی اور روحانی قویٰ میں توازن پیدا کرنے کے لئے جو شریعت کا سب سے بڑا نصب العین ہے بعض وقت ایسے احکام بھی دیئے جاتے ہیں۔جن سے غرض یہ ہوتی ہے۔کہ قویٰ جسمانی میں حیوانیت کا زور کم ہوکر روحانیت بڑھے۔اور جسمانی قویٰ جو حد سے بڑھ کر انسان کو غافل کر چکے ہیں کمزور ہو جائیں چنانچہ اس غرض کو مدنظر رکھ کر دنیا بھر کے مذاہب میں طرح طرح کی ریاضتیں رائج ہیں۔اگرچہ بعض صورتوں میں وہ ریاضتیں ایسی سخت ہیں، کہ انھوں نے دوسرے پہلو کو بالکل نظرانداز ہی کردیا ہے۔اور اس لئے اُن سے جسمانی قویٰ تقریباً مفقود ہی ہو جاتے ہیں۔مثلاً ہندو مذہب میں بعض لوگ اپنے قویٰ جسمانی کو اس قدر کمزور کرتے ہیں کہ وہ بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ہاتھ سوکھ جاتے ہیں۔پاؤں سے چل نہیں سکتے۔اس قسم کی ریاضتوں میں سے رہبانیت بھی ہے۔جو عیسائیوں

اور ہندوؤں میں رائج ہے۔ لیکن اسلام نے دونوں قسم کے قویٰ میں ایک توازن پیدا کرنا چاہا ہے۔ اس لئے اُس نے اس قسم کی کوئی ریاضت نہیں سکھائی جس سے انسان اپنے قویٰ جسمانی کو بالکل کھو بیٹھے بلکہ اس قسم کی ریاضتوں کی تعلیم دی ہے جس سے انسان روحانیت میں ترقی کر سکے۔ اور ساتھ ہی قویٰ بہیمی کو حدِّ اعتدال میں رکھ سکے۔ اسی قسم کی ریاضتوں میں سے ایک ریاضت یا عبادت روزہ ہے۔ جو شریعت اسلام نے فرض قرار دیا ہے۔

روزے کا حکم پہلی شریعتوں میں

روزے کا حکم پہلی کتابوں اور شریعتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہندو مذہب کے لوگ تو آج تک اپنے رسم و رواج کے مطابق روزے رکھتے ہیں۔ جن کو وہ برت کہتے ہیں۔ ہر ہندی مہینہ کی گیارھویں

تاریخ کو برہمنوں کا ایکا دشی کا روزہ ہوتا ہے ۔ اس حساب سے سال میں چوبیس روزہ ہوتے ہیں ۔ اس کے علاوہ بعض برہمن کاتک کے مہینہ میں ہر دوشنبہ کو بھی روزہ (برت) رکھتے ہیں ؎

جین مت والوں نے بھی روزہ پر بہت زور دیا ہے ۔ اور اُن کے ہاں بھی روزے چالیس چالیس دن کے ہوتے ہیں گجرات و دکن میں ہر سال جینی کئی کئی ہفتے کا روزہ رکھتے ہیں ۔ ہندو مذہب کے بعض جوگی بھی چالیس چالیس دن تک کھانے پینے سے احتراز کرتے ہیں ؎

قدیم مصریوں کے ہاں بھی روزہ ایک مذہبی رسم خیال کی جاتی تھی یُونان میں صرف عورتیں ایک روزہ رکھتی تھیں ۔ پارسی مذہب کے پیرو اگرچہ عملی طور پر روزہ نہیں رکھتے لیکن اُن کی الہامی کتاب سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ روزہ کا حکم ان کے ہاں بھی موجود ہے ۔ یہود کی کتب مقدسہ میں بھی روزہ کا ذکر موجود ہے ۔ چنانچہ سموئیل باب ۱۲ آیت ۱۵-۱۶ میں ہے ؛-

اور خداوند نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی جورو سے پیدا
ہوا۔ مارا کہ وہ نہایت بیمار پڑا۔ سو داؤد نے اس لڑکے کے
لئے خدا سے منت کی۔ اور داؤد نے روزہ رکھا۔ اور گھر
میں جاکر ساری رات زمین پہ پڑا رہا۔

یوایل باب ۲ آیت ۱۵:۱۶ میں ہے۔

صیہوں میں نرسنگا پھونکو اور ایک دن کو روزہ کے لئے مقدس
ٹھیراؤ۔ اور مقدس جماعت کی منادی کرو۔

ذکریاہ باب ۷ آیت ۴:۶ میں ہے۔

تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ تو مملکت
کے سارے لوگوں سے اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے
پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور
ماتم کیا۔ تو کیا کبھی میرے لئے ہاں میرے ہی لئے روزہ
رکھا تھا؟

یرمیاہ باب ۳۶ ۶ میں ہے:۔

"پر تو جا اور خداوند کی وہ باتیں جو تو نے میرے کہے سے
اس طومار میں لکھی ہیں۔ خداوند کے گھر میں روزے کے
دن پڑھ کر سنا"۔

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں میں بھی روزے رکھنے کا دستور تھا۔

عیسائی اگرچہ اب روزہ نہیں رکھتے مگر "روز کی روٹی" کی دعا ہر روز مانگتے ہیں۔ لیکن عہد نامہ جدید (بائیبل) میں روزہ کی تعلیم بہ صراحت تمام موجود ہے۔ چنانچہ متی باب ۹ آیت ۱۴ میں ہے :۔

"اس وقت یوحنا کے شاگردوں نے اس کے پاس آکر کہا۔ کہ کیا سبب ہے کہ ہم اور فریسی تو اکثر روزے رکھتے ہیں۔ مگر تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے۔ یسوع نے ان سے کہا کہ کیا براتی جب تک دولہا ان کے ساتھ ہے ماتم کر سکتے ہیں؟ مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا ان سے جدا کیا جائے گا۔ اس وقت وہ روزہ رکھیں گے" ؛

اس سے دو باتیں صاف ثابت ہوتی ہیں

(۱) فریسی روزہ رکھا کرتے تھے ؛

(۲) مسیح کے پیرو بھی مسیح کی وفات کے بعد روزہ رکھیں گے ؛

پہاڑی کی تعلیم میں بھی حضرت مسیحؑ اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

"اور جب تم روزہ رکھو۔ تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں، تاکہ لوگ انہیں روزہ دار جانیں۔ متی باب ۶ آیت ۱۶

ایک دوسرے مقام پر شاگرد حضرت عیسیٰؑ سے پوچھتے ہیں۔ کہ ہم پلید روحوں کو کس طرح نکال سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-

"مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکالے جا سکتے" (متی ۱۷، ۲۱ باب ۱۴)

پھر اعمال باب ۱۳ آیت ۲،۳ میں نہایت صفائی سے روزوں کا ذکر ہے:-

"جب وہ خدا کی عبادت کر رہے اور روزہ رکھ رہے تھے تو روح القدس نے کہا کہ میرے لئے برنباس اور ساؤل کو اس کام کے واسطے مخصوص کر دو۔ جس کے واسطے میں نے ان کو بلایا ہے

ہے۔ تب انہوں نے روزہ رکھ کر اور دعا مانگ
کر اُن پر ہاتھ رکھ کر انہیں رخصت کیا"

ان حوالوں سے یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہود اور عیسائیوں کے ہاں روزہ بھی عبادات الٰہی میں سے ایک عبادت سمجھی جاتی تھی۔ لیکن ایک اور امر جو نہایت صفائی سے مترشح ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ روزہ عموماً مصیبت کے وقت رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ سموئیل میں جہاں روزے کا ذکر ہے۔ وہاں ایک مصیبت کا ذکر بھی ساتھ ہی ہے یعنی وہ "لڑکا نہایت بیمار پڑا"۔ اور ذکریاہ میں تو صاف لکھا ہے۔ کہ "ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا" جس سے ظاہر ہے کہ یہ روزہ بھی کسی مصیبت کے وقت رکھا گیا تھا اور پھر آگے چل کر اس امر پہ اور بھی روشنی ان الفاظ سے پڑتی ہے کہ "کیا میرے لئے ہاں میرے ہی لئے روزہ رکھا تھا" جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ روزے محض خدا کے لئے نہیں رکھے جاتے تھے بلکہ کسی مصیبت کے وقت اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے رکھے

جاتے تھے۔

حضرت مسیحؑ بھی کسی مصیبت کے وقت ہی روزہ رکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس اعتراض پر کہ تیرے شاگرد روزہ نہیں رکھتے " فرماتے ہیں کہ:۔

"کیا براتی جب تک دولہا اُن کے ساتھ ہے ماتم
کر سکتے ہیں۔ مگر وہ دن آئیں گے کہ دولہا اُن سے
جدا کیا جائے گا۔اس وقت وہ روزہ رکھیں گے" (متی ۹:۱۴)

اس سے بھی ظاہر ہے۔کہ روزہ " ماتم" کے دن ہی رکھا جاتا ہے۔ اور عیسائی اس وقت روزہ رکھیں گے جب دولہا ان سے جُدا ہو جائے گا۔ اور وہ ماتم میں ہوں گے۔مگر عیسائی حضرات نے دولہا کے جدا ہونے پر بھی روزہ نہیں رکھا۔

روزے کا حکم قرآن مجید میں

جو شریعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے اُس میں روزہ کے لئے کسی مصیبت کا وجود ضروری نہیں بلکہ یہ بھی دوسری عبادات کی طرح اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے مقصود صرف تحصیل تقویٰ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جہاں روزوں کا حکم دیا گیا ہے وہاں ساتھ ہی اس کی غرض بھی بیان فرما دی گئی ہے:-

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

ترجمہ:- اے مومنو! تم پر روزے اُسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم متقی بنو۔

اس آیت شریفہ میں روزوں کی غرض تقویٰ بیان کی گئی ہے۔ اور یہ قرآن مجید اور اسلام کا امتیاز خصوصی ہے۔ کہ اُس نے روزوں کو محض مصیبت اور دُکھ کے وقت کے لئے ہی مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ سال بھر میں ایک مہینہ روزوں کے لئے خاص کر دیا۔ کہ انسان اُس میں روزے رکھ کر تقویٰ حاصل کرے۔ چنانچہ روزوں کے مہینہ کا نام بھی تصریح کے ساتھ قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے :۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه

ترجمہ! ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ ہدایت کے لئے کھلے کھلے ثبوت پیش کرتا ہے۔ اور حق و باطل میں فرق کرکے دکھاتا ہے، پس جو تم سے اس مہینہ کو پائے اس کو چاہیئے کہ اُس میں روزے رکھے۔ (البقرہ ۱۸۵)

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے رمضان شریف

میں روزے رکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ رمضان شریف وہ مبارک مہینہ ہے۔ جس میں قرآن مجید الیسی کتاب جو تمام ہدایتوں اور سچائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اتری شروع ہوئی۔ اس آیت کریمہ کے آخری الفاظ کہ جو "تم میں سے اس مہینہ کو پائے اس میں روزے رکھے" روزوں کے فرض ہونے پر شاہد ہیں۔ اور اس لئے روزے ہر عاقل و بالغ تندرست و غیر مسافر مسلمان پر فرض ہیں۔

روزہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور لذات نفس سے بکلی پرہیز رہے۔

روزے کی تاکید حدیث شریف میں

حدیث شریف میں روزہ کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ طلب ثواب کے لئے روزے رکھتا ہے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کئے جاتے ہیں[1]۔

اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ انسان جو نیک عمل کرتا ہے۔ اُس کا اجر اس کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا۔ لیکن اللہ تعالے کہتا ہے کہ روزہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کی جزا میں خود دیتا ہوں۔ کیونکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں ریا اور دکھاوے کو بہت کم دخل ہے۔ اس سے خلقت کی تعریف و ثناء کا بھی اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، کیونکہ روزہ دار میرے لئے کھانے پینے اور لذات نفس کو چھوڑتا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ایک خوشی تو اُسے روزہ کھولتے وقت حاصل ہوتی ہے اور ایک خوشی اُس وقت حاصل ہوگی۔ جب وہ اپنے خدا سے ملے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بُو خدا تعالے کے نزدیک مشک کی بُو سے

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام رمضان ايمانًا واحتسابًا غفرله ما تقدم من ذنبه (متفق عليه)

بھی بہتر ہے۔ روزہ ایک ڈھال ہے۔ پس جو تم میں سے کوئی روزہ رکھے ہوئے ہو تو عورت کے قریب نہ جائے اور اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس کو مارے۔ تو کہدے کہ میں روزہ دار ہوں[1]۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ روزہ تمام دوسری نیکیوں سے افضل ہے۔ کیونکہ اس کی جزا خود خدا تعالےٰ دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دوسری نیکیوں میں تو انسان کسی قدر دکھاوے اور ریاکاری سے بھی کام لیتا ہے۔ مگر روزہ محض خدا کے لئے ہی رکھتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خدا کو ہی اس کا علم بھی

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن ادم یضاعف حسنۃ لعشر امثالہا الی سبع مائۃ ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی الصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہٖ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من المسک والصیام جنۃ واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد اوقاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم (متفق علیہ)

ہوتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ روزہ خدا اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے ؏

روزے کے فوائد روحانی

بعض لوگ سوال کرتے ہیں۔ کہ بھوکے پیاسے رہنے سے ہمیں کیا حاصل ہو جاتا ہے۔ یا خدا کی شان کیا بڑھ جاتی ہے۔ یہ بے سمجھی ہے۔ خدا کی شان تو ہماری کسی عبادت سے بھی نہیں بڑھ جاتی ہے۔ جو عبادات ہم کرتے ہیں۔ وہ ہماری اپنی بہتری کے لئے ہیں۔ مثلاً اگر ہم نماز پڑھتے ہیں۔ تو اس سے بھی ہمیں ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح روزہ سے بھی یہ فائدہ پہنچتا ہے۔ کہ جب ہمارے بہیمی قویٰ کمزور ہوتے ہیں۔ تو اس کے ساتھ قویٰ روحانی میں ایک طاقت آتی ہے۔ اور جسمانی و روحانی قویٰ میں توازن قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں تحمل صبر و جفا کشی کی عادت ہو جاتی ہے۔ جو بعض وقت ہمارے لئے نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جب ہم

ان چیزوں کو جو ہمارے لئے جائز ہیں ۔ شخص خدا کے حکم کے لئے چھوڑ سکتے ہیں ۔ تو پھر ظاہر ہے ۔ کہ جو چیزیں حرام ہیں ان کا استعمال ہم کس طرح روا رکھ سکتے ہیں پس روزہ سے ہم میں خدا کے احکام پر عملدرآمد کرنے کے لئے ایک قوت پیدا ہوتی ہے ۔ اپنے ان غریب بھائیوں کی بھوک کی تکلیف کا اندازہ ہو جاتا ہے جو نان شبینہ کے محتاج ہیں ۔ اور ان سے ہمدردی کرنے کا ولولہ دل میں پیدا ہوتا ہے ۔ غرض روزہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف توجہ ہوتی ہے ۔ اور یہی اصل دین ہے ۔

روزے کے فائدے

طبی نگاہ سے

طبی نقطہ نگاہ سے بھی روزہ ہماری جسمانی صحت کے لئے از بس مفید ہے ۔ رطوبات ردیہ ، اور مواد غلیظہ بدن

سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح تمام جسم کا تنقیہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ معدے اور جگر کو سال بھر کے بعد کسی قدر آرام ملتا ہے۔ اور وہ پھر کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ؂

غرض روزہ رکھنے سے ہمیں روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں اور جسمانی بھی۔ اور خدا تعالٰے کے حکم کی تعمیل بھی ہوتی ہے ؂

دوسرا باب ۲
روزہ کے ایّام اور وقت

اسلامی سال یا سال ہجری میں قمری مہینے ہوتے ہیں۔
ان بارہ مہینوں کے نام یہ ہیں۔
محرم، صفر، ربیع الاوّل، ربیع الثانی، جمادی الاوّل، جمادی الاخری، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ
ان میں سے ہر ایک ماہ یا تو ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا، انگریزی مہینوں کی طرح ۳۱ دن کا یا ۲۸ دن کا کوئی مہینہ نہیں ہوتا۔ اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روزے رمضان میں رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے رمضان میں تیس یا انتیس دن جتنے دنوں کا مہینہ ہو روزے رکھنے فرض ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ کبھی گرما میں

آتا ہے کبھی سرما میں۔ اور کبھی برسات میں۔ لیکن اگر شمسی سال ہوتا۔ اور روزوں کا مہینہ جاڑوں کے موسم میں مقرر کیا جاتا۔ تو روزہ داروں کو بہت آرام ملتا اور گرمی میں جو تکلیف ہوتی ہے۔ اس میں تخفیف ہو جاتی۔ لیکن یہ سوال ناوانی سے پیدا ہوتا ہے۔ روزوں سے غرض یہ ہے کہ ہم ہر ایک وقت اور موسم میں تکلیف برداشت کرنے کے عادی ہوں۔ اور یہ مقصد اس وقت ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جب روزے ہر موسم میں آئیں۔

رؤیت ہلال

ماہ رمضان کا چاند دیکھنے سے اگلے ہی دن روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے۔ تو پھر شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کرنے کے بعد روزہ رکھنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہلال

دیکھنے کے بغیر نہ روزہ رکھو اور نہ کھولو۔ اور اگر بادل ہو تو اندازہ کر لو[1]۔

اگر ایک مسلمان شہادت دے کہ اس نے ماہ رمضان کا چاند دیکھا ہے تو روزہ فرض ہو جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے ہلال رمضان دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے اور کوئی معبود نہیں۔ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیا تو شہادت دیتا ہے کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اے بلالؓ لوگوں میں منادی کر دو۔ کہ کل کو روزہ رکھیں[2]۔

---

[1] عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ ؛

[2] عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رأیت الھلال یعنی ہلال رمضان، فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ قال

سحری

روزہ رکھنے والے کو چاہیئے کہ سحری کے وقت یعنی پو پھٹنے سے پہلے پہلے کھانا کھا لے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام سحری میں اچھی طرح کھا پی لیتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی اس کے متعلق حکم صریح موجود ہے

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط

الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل

کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہیں صبح کا سفید خط رات کے سیاہ خط سے علیحدہ نظر آنے لگے پھر روزہ کو رات تک پورا کرو۔ بقرہ ۱۸۷

نعم قال اتشہد ان محمدًا رسول اللہ قال نعم یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غدًا رواہ ابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والدارمی ہ

احادیث میں بھی اس مضمون کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ سحری کھاؤ۔ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے[1] ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے روزوں کو اہل کتاب کے روزوں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں[2]

سحری دیر سے کھانا افضل ہے۔ یعنی صبح کی پو پھٹنے سے قبل۔ بہت پہلے سحری کھانا کوئی خوبی نہیں۔

افطار

روزہ دار کو پو پھٹنے کے بعد سورج غروب ہونے تک کچھ کھانا پینا نہیں چاہیئے لیکن جب سورج غروب ہو جائے۔ تو اس وقت فوراً روزہ کھول دینا چاہیئے چنانچہ قرآن مجید میں بھی اس کے متعلق ارشاد ہے

---

[1] عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان فی السحور برکۃ متفق علیہ

[2] عن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل ما بین صیامنا و صیام اھل الکتاب اکلۃ السحر رواہ مسلم

جیسا آیت مندرجہ بالا کے الفاظ

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ؕ

پھر تم روزہ کی تکمیل رات تک پوری کرو۔

سے ظاہر ہے۔

بعض لوگوں نے لیل کے لفظ سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب رات کو تارے نظر آنے لگیں۔ لیکن یہ بے سود کوشش ہے۔ لغت کی رو سے لیل غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ احادیث میں افطاری کے وقت کی تشریح نہایت صفائی سے موجود ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ جب اس طرف سے (مشرق کی طرف) رات آجائے، اور اس طرف سے (مغرب کی طرف سے) دن چلا جائے۔ اور سورج غروب ہو جائے۔ تو روزہ دار کو روزہ کھول دینا چاہیئے[ل]

ل۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من ھٰھنا و ادبر النھار من ھٰھنا و غربت الشمس فقد افطر الصائم متفق علیہ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق کی طرف سیاہی پھیلنے لگے۔ تو روزہ کھول دینا چاہیئے۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جلد روزہ افطار کرنے کو ترجیح دی ہے اور اُسے ایک قسم کی نیکی فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب تک لوگ روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے اس وقت تک وہ نیکی پر قائم ہوں گے[1]

آج کل کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سورج ہم سے تقریباً ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے اور اس کی شعاع ہم تک پانچ یا چھ منٹ میں پہنچتی ہے۔ اس واسطے کچھ دیر روشنی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ سورج کو غروب ہوئے ۵ یا ۶ منٹ گزر چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے جب سورج نظر سے غائب ہو جائے تو فوراً روزہ افطار کر لینا چاہیئے ورنہ مکروہ ہونے کا اندیشہ ہے

---

[1] عن سہل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر متفق علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے پہلے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً تازہ کھجوروں سے روزہ کھولتے تھے اور اگر تازہ کھجور نہ ملتی تو پھر خشک کھجور سے اور اگر یہ بھی موجود نہ ہوتی تو پھر پانی سے۔

افطار کے وقت کی دُعا

معاذ بن زہرہ رضؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

ترجمہ: اے اللہ تیرے ہی لئے میں نے روزہ رکھا تھا۔ اور تیرے ہی رزق کے ساتھ کھولا ہے۔

لہ عن معاذ بن زهرة قال ان النبي صلی اللہ علیه وسلم کان اذا افطر قال اللهم لك صمت وعلی رزقك افطرت (رواه ابوداؤد)

اللہ اللہ! اس دُعا کا حضرت مسیحؑ کے اس قول سے مقابلہ کرو۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اُن کے پیرو اس لئے روزہ نہیں رکھتے کہ ابھی دولہا اُن کے ساتھ ہے۔ اور پھر دیکھو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو توحید اپنے پیروؤں کو سکھائی۔ اُس کا مقام کیسا بلند ہے۔ آپؐ ہر ایک عبادت محض اللہ کے ہی لئے کرتے ہیں نہ کسی خاص مصیبت یا اندوہ کو دور کرنے کے لئے ۔

ابوداؤد نے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افطار کے وقت یہ کلمات بھی فرمایا کرتے تھے ۔

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی

ترجمہ: شدّت پیاس چلی گئی اور رگیں سیراب ہوگئیں اور انشاءاللہ تعالےٰ اجر قائم ہوگیا ۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

غیر مذاہب کی طرف سے ایک بڑا اعتراض روزوں پر یہ کیا جاتا ہے کہ قطب شمالی و جنوبی میں جہاں کئی کئی ماہ سورج نہیں نکلتا۔ اور نہ ہمارے جیسے وہاں کے دن رات ہیں۔ روزہ کس طرح رکھا جائے۔ اس اعتراض پر معترضین اسلام نے ہمیشہ بڑا زور دیا ہے لیکن اعتراض کرتے وقت اتنا نہیں سوچتے کہ دنیا میں ایسے مقام کتنے ہیں۔ کہ جن میں دن رات کی یہ غیر معمولی کیفیت ہو؟ غالباً ایک دو مقام سے زیادہ نہ ہوں گے۔ تو کیا قوانین الٰہی ساری دنیا کو چھوڑ کر ان خاص خاص مقامات کے لئے نازل ہوتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے قوانین و احکام شاہی عام اور معمولی حالتوں کی بنا پر صادر و نافذ ہوتے ہیں۔ اور خاص خاص صورتیں جو شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے معدوم کے حکم میں

ہوتی ہیں ۔ ہمیشہ مستثنیات میں داخل سمجھی جاتی ہیں حکم کی تعمیل اسی وقت ہوتی ہے جب تک وہ چیز جس کی بابت حکم ہے موجود ہو ۔ قرآن کا حکم ہے کہ وضو میں ہاتھ کہنی تک دھونا چاہیئے ۔ لیکن جس کے بازو نہ ہوں ۔ وہ کیا کرے ۔ ظاہر ہے کہ وہ اس حکم کا مکلف نہیں ۔ روزہ کے متعلق قرآن میں جو حکم ہے اس میں صاف ہے کہ

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ

جو رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے ۔ جہاں چھ ماہ یا چار یا تین ماہ کا دن رات ہوگا ۔ وہاں رمضان کا مہینہ ہی کہاں ہوگا ۔ ایسے مقامات پر چونکہ ماہ رمضان ہی نہیں ہوتا ۔ اس لئے روزے کیسے ؟

اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں ۔ کہ ایسے ممالک میں بھی مسلمان واگر ہوں، تو ۱۲ گھنٹہ کا روزہ بیداری میں رکھ سکتے ہیں ۔ جو عام ممالک کے روزہ کے برابر ہی ہو جائے گا ۔ اسی طریق سے وہ اپنی نماز کا وقت بھی معین کر سکتے ہیں ؛

تیسرا باب

روزہ کی تکمیل

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روزے سے غرض حصول تقویٰ ہے اور جب تک یہ غرض پوری نہ ہو ہم نہیں کہہ سکتے کہ روزہ کی تکمیل ہوئی۔ اس لئے روزہ اس کو نہیں کہتے کہ صرف مُنہ باندھ لیا اور کھانا نہ کھایا نہ پانی پیا۔ بلکہ روزہ کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ آنکھ کو بُری نظر سے، کان کو بُری باتیں سننے سے زبان کو بُری باتیں کہنے سے۔ ہاتھ کو بُرے کام کرنے سے اور پاؤں کو بُری جگہ قدم رکھنے سے، اور دل کو بُرے خیالات سے روکا جائے۔ جو شخص رمضان کے تیس روزے رکھتا ہے لیکن ان برائیوں سے نہیں بچتا جن سے شریعت نے منع کیا ہے اُس کے روزے حقیقت میں فاقہ ہی

ہیں۔ کیونکہ اس ریاضت سے اُس نے کوئی روحانی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اگر ہم روزہ رکھتے ہوئے بدنظری کرتے ہیں۔ یا اپنے بھائی کی غیبت سنتے ہیں۔ یا بُرے کلمات گالی گلوچ زبان پر لاتے ہیں۔ یا ہاتھ سے اپنے زیر دست بھائیوں کو مارتے پیٹتے ہیں۔ یا دل میں، بُرے بُرے خیالات ہیں۔ تو ہم نے روزہ نہیں رکھا بلکہ محض فاقہ کیا۔

پھر اگر ہم نے سحری کے وقت اچھی طرح سے پیٹ بھر لیا۔ اور تمام دن منہ کو باندھ کر شام کو افطاری کے وقت خوب مزیدار اور مرغن کھانے ڈٹ کر کھائے لیکن ہمارے غریب بھائی ہمسائے اور اقارب فاقہ کشی کرتے رہے اور ہم نے اُن کی کوئی مدد نہ کی۔ تو پھر ہمارا روزہ کس کام کا؟

لیکن اگر ہم روزہ رکھتے ہوئے اپنی زبان، کان، ہاتھ دل پر پورا قابو رکھتے ہیں۔ اور ان سے کوئی بُری بات سرزد نہیں ہونے دیتے اور ساتھ ہی اپنے غریب بھائیوں کی امداد بھی کرتے ہیں۔ تو ہم نے فی الواقع روزہ کی تکمیل

کردی ۔ اور قرآن مجید کی اس غرض کو پورا بھی کیا جس کو اُس نے لعلکم تتقون کے الفاظ میں ظاہر کیا تھا۔

حدیث شریف میں اس امر کی بڑی تاکید آئی ہے ۔کہ روزہ دار کو ہر ایک قسم کی برائی سے بچنا چاہیئے ورنہ اُس کا روزہ کامل نہیں ہوتا، چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بُرے کلمات اور بُرے اعمال کو ترک نہیں کرتا تو خدا کو اُس کے کھانا پینا چھڑانے کی کیا ضرورت ہے[1]

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے ۔کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جن کو روزہ سے سوائے تشنگی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہوتے ہیں جن کو رات کی عبادت سے سوائے بے خوابی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا[2]۔

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (بخاری)

[2] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم من

احادیث نبویؐ کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں اعمال صالحہ کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ عام طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے لیکن رمضان شریف میں آپؐ خصوصیت سے بہت ہی سخاوت کرتے تھے۔ اور تلاوت قرآن مجید صدقات، نماز، ذکر الٰہی اور اعتکاف میں بہت کثرت کرتے تھے۔ اور رمضان شریف کو عبادت الٰہی کے لئے مخصوص کر دیتے تھے۔ چنانچہ زاد المعاد میں ہے

کان من ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر رمضان الاکثار من انواع العبادات فکان جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام یدارسہ القرآن فی رمضان وکان اذا لقیہ جبرائیل اجود بالخیر من الریح المرسلۃ وکان اجود الناس واجود مایکون

صائم لیس لہ من صیامہ الا الظماء وکم من قائم لیس لہ من قیامہ الا السھر رواہ الدارمی ۱۲

فی رمضان یکثر فیہ من الصدقة والاحسان وتلاوة القرآن والصلوٰة والذکر والاعتکاف وکان یخص رمضان من العبادة بما لا یخص غیرہ من الشھور[1]

(ترجمہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق یہ تھا کہ آپؐ رمضان شریف میں تمام قسم کی عبادات کی کثرت کرتے تھے اور اس مہینہ میں جبرئیل آپؐ کے ساتھ قرآن کا درس بھی کرتے تھے اور جب رسول اللہ صلعم جبریلؑ سے ملتے تھے تو سخاوت بہت کرتے تھے اور آپؐ کی سخاوت کی مثال ایسی ہوتی تھی۔ جیسی کہ چلتی ہوئی ہوا، لیکن رمضان شریف میں آپ سب سے بڑھ کر سخی ہوتے تھے۔ صدقات، احسان، تلاوت قرآن مجید نماز اور ذکر الٰہی اور اعتکاف میں کثرت کرتے تھے۔ اور رمضان شریف کو دوسرے مہینوں سے عبادات الٰہی کے لئے مخصوص کر دیتے تھے۔

[1] عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی رمضان کان جبرئیل یلقاہ

پس مسلمانوں کو بھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کے مدعی ہیں۔ رمضان میں نیکیوں اور صدقات وخیرات کی طرف خصوصیت سے توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ روزے اُن کے لئے باعث ازدیاد تقویٰ ہوں اور ان میں نیک کام کرنے اور برائی سے بچنے کے لئے ایک دائمی قوت پیدا کی جائے۔ کہ روزہ سے اصلی مقصود یہی ہے ؎

کل لیلۃ فی رمضان تعرض علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن اذا لقیہ جبرئیل کان اجود با لخیر من الریح المرسلۃ (متفق علیہ)۔

چوتھا باب

روزہ کے متعلق چند ضروری احکام

روزہ کے متعلق ایک ضروری سوال یہ ہے کہ کن کن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں؟

اس سوال کے جواب کے لئے سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کو مدنظر رکھنا چاہیئے جس سے اس سوال کا جواب ملتا ہے

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نساءکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن، علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالان باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود

من الفجر ثم اتموا الصيام الى الليل ط (البقرہ ۱۸۷)

ترجمہ

حلال کیا جاتا ہے تمہارے لئے کہ تم روزہ کی رات کو اپنی عورتوں کے پاس جاؤ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ تم پہلے اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تم پر رجوع برحمت کیا ہے۔ پس اب اُن سے مباشرت کرو۔ اور وہی چاہو جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے تم کو علیحدہ علیحدہ نظر آنے لگے۔ اور پھر رات تک روزہ کو پورا کرو۔

اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے۔ افطاری کی حالت میں پو پھٹنے سے پہلے پہلے ہم اپنی عورتوں کے پاس جا سکتے ہیں۔ اور کھا پی سکتے ہیں۔ جس سے لطور استنباط یہ ظاہر ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں نہ نہیں کچھ کھانا چاہیئے نہ پینا اور نہ ہی عورت کے پاس جانا چاہیئے پس تین نواقض روزہ تو خود قرآن مجید نے صراحت

سے بیان فرما دیئے۔ یعنی

۱۔ کھانا

۲۔ پینا

۳۔ جماع

لیکن احادیث نبویؐ میں نواقض روزہ کی مزید تشریح بھی موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کسی شخص روزہ دار کو خود بخود قے آجائے۔ تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر وہ جان بوجھ کر قے کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اسے بعد میں قضا کرنا چاہیئے۔ یعنی اس کے بدلے ایک اور روزہ رکھنا چاہیئے۔ مگر اس حدیث پر محدثین کا اتفاق نہیں۔ اور امام بخاریؒ اس کو محفوظ قرار نہیں دیتے۔

---

[1] عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ذرعه القی وهو صائم فلیس علیه قضاءٌ ومن استقاء عمدًا فلیقض رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجة والدارمی وقال الترمذی حدیث غریب لا نعرفه الا من حدیث عیسی بن یونس وقال محمد یعنی البخاری لا اراه محفوظاً

بعض ضعیف روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
قے اور پچھنے لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے
اصل بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف
ہیں۔ لیکن صاحب زاد المعاد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ
یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے حالت روزہ میں پچھنے لگوائے ہوں۔
قے اور احتلام کے متعلق فقہاء کا یہی مذہب ہے
کہ ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اگر اپنے اختیار سے
منہ بھر کے قے کی جائے تو روزہ جاتا رہے گا۔ نکسیر
پھوٹنے، خوشبو سونگھنے اور سرمہ کاجل لگانے۔ سر پر
پانی یا تیل ڈالنے۔ آئینہ دیکھنے۔ کان میں پچکاری کرانے
حلق میں گرد کے اڑ کے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں
مسواک بھی کیا کرتے تھے۔ کلی بھی کرتے تھے اور ناک
میں پانی بھی ڈالتے تھے لیکن ناک میں کثرت سے پانی
ڈالنے سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح آپؐ

سُرمہ بھی لگاتے تھے۔ اور شدت گرمی اور پیاس کی وجہ سے سر پہ پانی بھی ڈالتے تھے۔

کتب حدیث میں ایک مشہور حدیث ہے کہ الاعمال بالنیات یعنی اعمال کی جزا و سزا نیت پر موقوف ہے۔ یہ ایک ایسا پختہ اور محکم اصول ہے کہ زمانہ باوجود اس قدر ترقی کرنے کے پھر بھی اس اصول کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اور کرے گا۔ تمام فائدہ قانون کی بنیاد اسی محکم اصول پر ہے۔ تمام دنیا کے کاروبار اور عدالتوں کے فیصلے اسی اصول کے ماتحت ہیں۔ اور اسی اصول کے ماتحت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے یا جماع کر لے تو روزہ میں کچھ نقص نہیں ہوگا۔ خواہ پیٹ بھر کر ہی کیوں نہ کھا پی لیا ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم داکل اوشرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ متفق علیہ۔

کہ جو شخص روزہ دار ہو۔ اور روزہ کو بھول جائے۔
اور کھا پی لے تو اس کو چاہیئے، روزہ کو پورا کرے
کیونکہ اس کو اللہ تعالے نے خود کھلایا پلایا ہے[1]

[1] حدیث ۳۱ کے نیچے ملاحظہ کیجئے۔

پانچواں باب ۵

مُسافر اور مریض کے روزے

اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ روزہ کا حکم بھی نماز کی طرح عام ہے اور قرآن مجید کے یہ الفاظ کہ:-

فمن شهد منكم الشهر فليصمه

ترجمہ! جو شخص تم میں سے ماہ رمضان کو پائے اس میں روزہ رکھے

کسی خصوصیت کی گنجائش نہیں چھوڑتے بلکہ ہر ایک ایسے انسان پر جو شریعت کے احکام کا مکلف ہو سکتا ہے۔ وہ روزہ کا بھی مکلّف ہے۔ لیکن ہر ایک اصول اور حکم عام میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں نماز کا حکم بھی اگرچہ عام ہے۔ مگر بعض صورتوں میں نماز قصر کا حکم ہے اس طرح روزے میں بھی بعض صورتوں میں روزہ قضا

کرنے یا نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا الفاظ میں عام حکم بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی خاص صورتوں کا استثنا بھی کر دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

ومن كان مريضًا او على سفر فعدة من ايام اُخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر

ترجمہ: اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو وہ اتنے ہی روزے دوسرے ایام میں (بعد بیماری یا سفر کے رکھے)، اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا[1]

مریض اور مسافر کے متعلق بڑی بحث ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مرض کی کوئی خاص شکل ہونی چاہیئے۔ جس سے بیماری بڑھنے یا جان جانے کا خوف ہو۔ اور سفر کی تعیین بھی ہونی چاہیئے۔ کہ اس قدر مسافت سفر سمجھا جائے۔ بعض کہتے ہیں یہ محض رخصت یا اجازت ہے حکم نہیں۔ اس لئے اگر بیمار اور مسافر روزہ رکھتا ہے۔ تو رکھے۔ اس قسم کا استدلال مسافر کے لئے غالباً اس زمانہ میں جبکہ ذرائع آمد و رفت میں بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ بعض طبائع کو معقول نظر آئے تو آئے

---

[1] البقرہ ۱۸۴

لیکن مریض کی صورت میں تو معقول معلوم نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ مریض کو بھی اجازت ہے کہ روزہ رکھ لے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بعض وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کو بھی علم نہیں ہوتا کہ اس بیماری سے آئندہ کیا کیا بیماریاں پیدا ہونے والی ہیں۔ یا تھوڑی سی بے احتیاطی صحت کے معاملہ میں کس قدر مضر ثابت ہو سکتی ہے۔ تو بیچارے مریض کو یہ کیونکر علم ہو سکتا ہے کہ اس کا مرض کس قسم کا ہے۔ اور اگر وہ روزہ رکھ لے گا۔ تو اُس کا اثر صحت پر بُرا نہیں پڑے گا۔ اور عام مشاہدہ اس امر کا مؤید ہے کہ مریض روزے نہیں رکھ سکتے۔ اور اگر رکھتے ہیں تو تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس لئے اس آیت قرآنی کا مطلب بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مریض اور مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے جب ایام سفر اور بیماری گزر جائیں تو پھر اتنے روزے رکھ لے جتنے وہ سفر یا بیماری کی وجہ سے نہیں رکھ سکے

اس میں شک نہیں کہ آج کل بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور سفر میں اب وہ تکالیف اور صعوبتیں

نہیں رہیں۔ جو پہلے زمانے میں تھیں ؎

مہینوں کے رستے ہیں کٹتے پلوں میں

گھڑی سے سوا چلن ہے منزلوں میں

لیکن اس معاملہ میں بھی ہم قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ کہ فلاں سفر میں ہمیں تمام راستہ میں آرام ہی میسر ہوگا۔ اور کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اس سے علاوہ اگر شاعرانہ تخیل سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو سفر خواہ ریل کی فرسٹ کلاس میں کیا جائے۔ یا سیکنڈ کلاس میں کسی قدر موجب تکلیف ہوتا ہے اور گھر کے برابر آرام ملنا محال ہے قرآن مجید نے مریض اور مسافر ایک ہی حکم میں جمع کیا ہے اس لئے ہمارے نزدیک اس معاملہ میں زیادہ موشگافی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرمادیا ہے۔ اس کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ لیکن یہ خیال بھی ضروری ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر بیماری کا بہانہ کر کے روزہ افطار کرنا بھی مستحسن نہیں بلکہ اس امر میں پورے تقویٰ اور خشیت اللہ سے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اور ان معاملات میں یہ مسلم ہے کہ دل سب سے بہتر مفتی ہے ؂

احادیث نبویؐ میں بھی مسافر کے روزہ پر بہت کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگرچہ بعض وقت ان احادیث میں تناقض معلوم ہوتا ہے لیکن اگر تمام احادیث کو مجموعی طور پر دیکھا جائے۔ اور اُن میں تفقہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس امر کو ترجیح دیتے تھے کہ مسافر سفر میں روزہ نہ رکھے۔ چنانچہ ایک طرف تو یہ متفق علیہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حمزہ بن عمرانؓ جو بہت روزے رکھنے والے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔ میں تو سفر میں بھی روزہ رکھتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر چاہو تو افطار کرلو۔ لیکن دوسری طرف ایک متفق علیہ حدیث ہے جس میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ کہ بعض

ل عن عائشۃ رض قالت ان حمزۃ بن عمران الاسلمی قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اصوم فی السفر وکان کثیر الصیام فقال ان شئت فصم وان شئت فافطر (متفق علیہ)

لوگوں نے ہم میں سے روزہ رکھا ہوا تھا۔ اور بعض نے نہیں رکھا تھا۔ پس ہم ایک جگہ اترے۔ اس دن گرمی بہت سخت تھی۔ روزہ دار تو بے تاب و ناتواں ہو کر لیٹ گئے اور جنہیں روزہ نہ تھا۔ وہ اٹھے اور انہوں نے خیمے لگائے اور گھوڑوں کو پانی پلایا۔ اس پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج افطار کرنے والے روزہ داروں سے اجر میں سبقت لے گئے[1]۔

ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت حمزہ بن عمرو رضؓ پوچھتے ہیں کہ یا رسول میں تو سفر میں بھی روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا اگر میں سفر میں روزہ رکھوں۔ تو مجھ پہ گناہ ہو گا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے۔ جو شخص اس سے فائدہ اٹھاتا

---

[1] عن انس قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر فمنا الصائم و منا المفطر فنزلنا منزلاً فی یوم حار فسقط الصوامون وقام المفطرین فضربوا الابنیۃ وسقوا الرکاب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھب المفطرون الیوم بالاجر متفق علیہ ۱۲

ہے۔ وہ بہتر کرتا ہے۔ اور جو شخص یہ پسند کرتا ہے۔ کہ روزہ رکھے اس پر کوئی گناہ نہیں[1]۔

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا اور اس رخصت سے فائدہ اٹھانا اولیٰ ہے

اسی نتیجہ کی مؤید ایک اور حدیث بھی صحیح مسلم میں ہے۔ جس میں بیان کیا گیا۔ کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں سفر کے لئے نکلے اور آپؐ کو روزہ تھا۔ جب کدید میں پہنچے تو آپؐ نے روزہ افطار فرما دیا اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھی آپؐ کی پیروی کی[2]۔

اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت زہری فرماتے ہیں کہ صوم و افطار کے دونوں حکموں میں سے آخری حکم افطار کا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی

---

[1] عن حمزة بن عمرو الاسلمیؓ انه قال یا رسول اللہ اجد بی قوة علی الصیام فی السفر فهل علی جناح قال هی رخصة من اللہ عزوجل فمن اخذ بها فحسن ومن احب ان یصوم فلا جناح علیه رواه مسلم

[2] عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج عام الفتح

اللہ علیہ وسلم کے آخری حکم کی پابندی ہی کرنی چاہیئے
ایک اور حدیث بھی صحیح مسلم میں ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف رمضان شریف میں عازم سفر ہوئے اور آپؐ کو اور آپؐ کے ہمراہیوں کو روزہ تھا۔
جب آپؐ کراع الغمیم پر پہنچے۔ تو آپؐ نے پانی کا ایک پیالہ مانگا اور اٹھا کر اس کو پیا۔ لوگوں نے بھی آپؐ کو پانی پیتے دیکھا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی کہ بعض لوگوں نے روزہ افطار نہیں کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ ایسے لوگ گنہگار ہیں اور پکے گنہگار ہیں۔ؒ

فی رمضان فصام حتی بلغ الکدید ثم افطر قال وکان صحابة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبعون الاحدث فالاحدث من امرہ ۱۲

لہ وقال الزہری کان الفطر آخر الامرین وان یوخذ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخر رواہ مسلم

ٹہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ و مدینہ کے درمیان بلفان کے قریب واقع ہے

ٹہ عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج عام الفتح

ایک روایت ابن ماجہ نے بھی نقل کی ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ حضر میں افطار کرنے والا ہے[۲]۔

ان تمام روایتوں سے ظاہر ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں افطار کرنے کو ہی اولیٰ سمجھتے تھے۔ اور شارحین حدیث کے نزدیک بھی آپ کا آخری حکم یا اجتہاد یہی ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھا جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ کہ آپؐ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے ارد گرد لوگ جمع ہیں۔ اور اس پر سایہ کیا

الی مکۃ فی رمضان حتی بلغ کراع الغمیم فصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس الیہ ثم شرب فقیل لہ بعد ذلک ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ (مسلم)

[۲] عن عبد الرحمان ابن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صائم رمضان فی السفر کالمفطر فی الحضر رواہ ابن ماجۃ ۱۲

ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کو کیا ہے؟ ۔ لوگوں نے عرض کی ۔ کہ یہ شخص روزہ دار ہے ۔ آپؐ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیںؐ ۔

اس میں شک نہیں کہ فقہا کا مذہب عموماً یہی ہے ۔ کہ اگر طاقت ہو ۔ تو سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے ۔ مگر مندرجہ بالا احادیث نبوی سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ افطار ہی بہتر ہے ۔ شارحین حدیث نے بھی آپؐ کا آخری حکم افطار ہی قرار دیا ہے ۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ بھی اسی کی مؤید ہے ۔ کہ روزہ افطار کیا جائے ۔ اس لئے وہ حدیثیں جن میں آپ نے روزہ رکھنے کی اجازت بھی دی ہے ۔ آپ کی سنت صحیحہ اور آپ کے آخری حکم کے ماتحت کرلی چاہئیں ۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی اسوہ حسنہ ہیں ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :-

---

لہ عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ علیہ وسلم فی سفرٍ فرای رجلاً قد اجتمع الناس علیہ وقد ظلل علیہ فقال ما لہ قالوا رجل صائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس البران تصوموا فی السفر (رواہ مسلم)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ ۔
ترجمہ! تمہارے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں
کامل نمونہ موجود ہے
اور اسی حقیقت کی ترجمانی سعدی علیہ الرحمت نے اپنی
زبان میں کی ہے ۔

بزہد و ورع کوش و صدق وصفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ!

ہاں بعض لوگوں کے پیشے یا ملازمت اس قسم کی ہوتی ہے
کہ وہ ہمیشہ سفر میں ہی رہتے ہیں مثلاً ریل کے گارڈ کہ ان
کی ملازمت ہی سفر کی ہے ۔ایسی صورت میں ان کا سفر حضر
کا حکم رکھتا ہے ۔ اور ان کو روزہ رکھنا چاہیئے

چھٹا باب

روزہ کی طاقت نہ رکھنے والوں کے بیان میں

پچھلے باب میں ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ کہ مسافر اور مریض کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ ایام سفر و بیماری کے بعد جتنے روزے چھوٹے ہوں۔ اُن کو قضا کرنا چاہیئے لیکن بادی النظر میں بعض لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ جو مسافر اور مریض کے ذیل میں تو نہیں آ سکتے۔ مگر باوجود اس کے روزہ رکھنے سے سخت معذور ہیں۔ مثلاً بہت بوڑھے مرد یا بوڑھی عورتیں یا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بعض محققین نے ایسے معذور لوگوں کو بھی مریضوں میں داخل کیا ہے۔ لیکن اگر الفاظ کے معنے کو عام مفہوم سے اس طرح پھیر کر توجیہیں کرنی ہوں تو دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو۔ جو مریض نہ کہلا سکے۔ کیونکہ طبی معائنہ کے

لحاظ سے تو تقریباً ہر ایک شخص کی صحت میں یا اعضاء رئیسہ میں کچھ نہ کچھ سقم یا کمزوری ہوگی۔ اور وہ اس لحاظ سے اپنے آپ کو مریض کہہ سکتا ہے لیکن ظاہر ہے۔ عام مفہوم کے لحاظ ہم اُس کو مریض نہیں کہتے۔ اور نہ ہی اُس کو آیت شریفہ ان کنتم مریضاً کے ماتحت قرار دے کر روزوں سے معذور کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم بوڑھوں کو بھی مریض نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی دودھ پلانے والی عورتیں لفظ مریض کے عام مفہوم کے ماتحت آسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس آیت شریفہ کے لفظ مریض میں اگر بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں بھی شامل سمجھی جائیں۔ تو پھر وہ تو گویا دائم المریض ہوئیں اور ان کو روزہ قضا کرنے کا موقعہ ہی نہیں مل سکتا۔ تو پھر عدت ایام آخر کے کیا معنے ہوئے؟ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت شریفہ میں جو لفظ مریض آیا ہے۔ اُس سے مراد صرف ایسے مریض ہیں۔ جن کی صحت کی عنقریب اُمید ہے۔ جیسے مسافر سے یہ مراد بھی ایسے مسافر ہی ہیں۔ جن کا سفر کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جائے گا۔ نہ کہ ایسے مسافر جو ہمیشہ سفر میں ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ

مریض میں دائم المرض بھی شامل ہو سکتے ہیں لیکن عام مشاہدہ یہی ہے کہ مریض جو کسی خاص مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یا تو شفا پاتے ہیں۔ یا موت کو لبیک کہتے ہیں۔ ایسی صورتیں بہت کم ہوتی ہیں کہ ایک مریض سالہا سال زندہ رہے۔ اور اس لئے قرآن مجید نے اس عام صورت کو لیا ہے۔ جو دنیا میں ہر روز پیش آتی رہتی ہے اور خاص صورت کے متعلق اسی سے استنباط ہو سکتا ہے۔ اور ایسے مریضوں کو بھی بہر حال صحت کی اُمید ہوتی ہے اس لئے عدۃ من ایام اُخر ان کے لئے بھی مناسب اور موزون ہے لیکن بوڑھوں کے لئے ہرگز نہیں ؂

ہاں ایک اور عام صورت ہے کہ بوڑھے مرد اور عورتیں عموماً روزہ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتیں۔ اگر دودھ پلانے والی عورتیں روزہ رکھیں تو بھی اُن کے لئے عموماً باعث تکلیف مالا یطاق ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایسی صورت کے لئے کیا حکم نافذ فرمایا ہے۔ اس سوال کے جواب کے لئے ہم مندرجہ ذیل آیت قرآنی پر غور کرتے ہیں :۔

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۰ ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیراً فھو خیر لہ وان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمون ۵ (البقرہ ۱۸۴)

ترجمہ

اے مومنو! تم پر روزے اُسی طرح فرض کیے گئے ہیں، جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر۔ تاکہ تم تقویٰ حاصل کر سکو، یہ گنتی کے چند دن ہیں پس جو تم میں سے مریض ہو یا سفر میں ہو وہ گنتی دوسرے دنوں میں پوری کرے اور جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ان کو ایک مسکین کا طعام دے دینا چاہیئے اور جو شخص نیکی کو بڑھا دے رغبت کرتا ہے۔ تو وہ اُس کے لئے اچھا ہے۔ اور اگر تم روزہ رکھو۔ تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

اس آیت شریفہ میں بھی مریض و مسافر کو حالت سفر و بیماری میں روزہ نہ رکھنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور ساتھ ہی

بعض ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے یا نہایت تکلیف سے اس کو برداشت کرتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ روزہ رکھنے سے دائمی معذور ہوتے ہیں اور عدۃ من ایام اُخر کے حکم کو پورا نہیں کر سکتے۔ اس لئے انہیں ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم دے دیا۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں یطیقونه کی ایک قرأت کا یطیقونه پڑھتے ہیں۔ اس پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ قرأت عام قرأت سے الگ ہے۔ لیکن بعض وقت دوسری قرأت توضیح معنی کا کام دیتی ہے......

پس حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہوں وہ روزہ کی بجائے ایک مسکین کو کھانا دے دیا کریں۔ اسی لئے حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کے ماتحت بہت بوڑھے مرد اور بہت بوڑھی عورتوں اور حاملہ عورتوں اور دودھ پلانے والی عورتوں کے لئے یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ وہ روزہ کا بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں[1]۔

---

[1] قال اثبت للحبلیٰ والمرضع قال کانت رخصة للشیخ الکبیر والمرأة

غرض ابن عباسؓ کی روائت سے معلوم ہوتا ہے۔کہ یہ آئت شریفہ بہت بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں یا حاملہ عورتوں اور دُودھ پلانے والی عورتوں کے حق میں سمجھی جاتی تھی۔ اور انہیں رخصت تھی کہ رمضان شریف میں روزہ رکھنے کی بجائے ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلا دیا کریں۔ اور یہ معنی نہایت موزون معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ایسے معذور اشخاص کی صورت میں اُن کے قویٰ جسمانی کو کمزور کرنے کی غرض تو ہو ہی نہیں سکتی، اس لئے روزہ کی

الکبیرة وھما یطیقان الصیام ان یفطرا ویطعما مکان کل یوم مسکینا والحبلیٰ والمرضع اذا خافتا قال ابوداؤد یعنی علی اولادھما ابوداؤد

ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ آیت حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت کے حق میں ثابت ہے اور کہا کہ بوڑھے مرد یا بوڑھی عورت کے لئے یہ شفقت تھی کہ درآنحالیکہ روزے کو برداشت نہ کر سکتے ہوں وہ افطار کر لیا کریں۔ اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ اور حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت بھی ایسا ہی کریں۔ بشرطیکہ اُن کو خوف ہو۔ ابو داؤد نے خوف کی یہ تفسیر کی ہے۔ کہ ان کو اپنی اولاد پر خوف ہو۔ یعنی بچہ جنین کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو ۱۲

دوسری غرض کو کہ انسان دوسرے کی تکلیف کا اندازہ کر کے اس سے ہمدردی کرنا سیکھے عملی طور پر اس طرح پورا کیا کہ ہر روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ضروری قرار دیا۔

ان معنوں پر عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ لغت میں یطیقونہ معنی "طاقت رکھنے کے ہے" طاقت نہ رکھنے کے نہیں۔ اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے۔ ابن عباسؓ سے دوسری قرأت لا یطیقونہ مروی ہے۔ اور اختلاف قرأت بعض وقت کسی خاص لفظ کے غیر معمولی معنوں کے بتانے کی غرض سے بھی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ خود اہل لغت نے بھی طاقت اور وسعت میں فرق بیان کیا ہے۔ وسعت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی آدمی آسانی سے کسی کام کو کر سکے۔ اور طاقت کا مفہوم یہ ہے کہ نہایت تکلیف سے اس کام کو کرے

پس اس لحاظ سے یطیقونہ کے معنی یہ ہوئے کہ وہ لوگ جو نہایت تکلیف سے روزہ رکھ سکتے ہوں۔ یا بالفاظ دیگر جو روزہ کو برداشت نہ کر سکتے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے جو اہل زبان ہیں اس معنی میں لفظ "یطیقان"

کو اس روایت میں استعمال کیا ہے۔ جس کو ہم نقل کر چکے ہیں۔

خاص خاص حالتوں میں روزہ

ایام حیض میں جوان لڑکیوں اور عورتوں کو روزہ افطار کرنے اور پھر قضا کرنے یعنی دوسرے دنوں میں رکھ لینے کا حکم ہے۔ بوڑھے مرد یا بوڑھی عورتیں۔ دودھ پلانے والی عورتیں۔ اور حاملہ عورتیں چونکہ عام طور پر روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں۔ اس لئے وہ بھی روزہ افطار کر سکتی ہیں۔ اس کے عوض میں اگر توفیق ہو تو ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلا دیا کریں۔

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ اوپر تشریح ہو چکی ہے۔

ساتواں باب

صِیامُ التّطوع یا نفلی روزے

گذشتہ بابوں میں فرض روزوں کا ذکر تو ہم کر چکے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کے علاوہ باقی مہینوں میں نفلی روزے بھی رکھا کرتے تھے۔ جو اصطلاح شریعت میں صیام التطوع کہلاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان نفلی روزوں کے لئے کوئی صریح حکم تو نہیں لیکن بعض لوگ قرآن شریف کی اس آیت کریمہ سے

ومن تطوع خیراً فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم
ان کنتم تعلمون ٥

ترجمہ: جو شخص اپنی رضا سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے باعث ثواب ہے۔ اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے

لئے بہتر ہے ۔ اگر تم جانتے ہو

بعض احادیث نبویؐ میں نفلی روزوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور صحابہؓ کرام میں سے بعض بزرگ تو ایسے بھی ہوئے ہیں جو صائم الدہر ہونے کا عزم رکھتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہمیشہ روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ؎

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی روزہ رکھتے تھے اور کبھی نہیں رکھتے تھے ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں ۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے لگتے تو ہم کہتے تھے کہ اب غالباً افطار نہیں کریں گے اور جب افطار کرتے تھے ۔ تو ہم کہتے تھے کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے ۔ اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بجز رمضان کے کبھی پورا مہینہ روزے رکھے ہوں ۔ اور میں نے آپؐ کو ماہِ شعبان سے زیادہ اور کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا

ماہ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم

اس میں کچھ شک نہیں نفلی روزے بڑی بڑی روحانی ترقیات کا موجب ہوتے ہیں۔ اور بزرگان دین و اولیاء کرام عموماً نفلی روزے رکھتے رہے ہیں لیکن اس نیکی کا کام کرنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے۔ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بالفاظ مختلف بیان ہوئی ہے۔ ہم اس کا مفہوم درج ذیل کرتے ہیں:

عبداللہ بن عمرؓ العاصؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو آپؐ نے عبداللہ بن عمرؓ کو بلوا کر فرمایا کیا تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نیکی کے لئے ہی ایسا کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس مہینہ میں تین روزہ رکھنا کافی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ میں تو اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا

حتیٰ نقول لا یفطر ... حتیٰ نقول لا یصوم وما رایت رسول اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شہر قط الا رمضان وما رایتہ فی شہر اکثر منہ صیاما فی شعبان

کہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا بھی
تم پر حق ہے ۔ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے ۔ پس
داؤد علیہ السلام کا سا روزہ رکھا کرو ۔ جو ایک دن روزہ
رکھتے تھے اور دوسرے دن نہیں رکھتے تھے[1]۔

---

[1] عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال کنت اصوم الدھر واقرأ
القرآن کل لیلۃ قال فاذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واما ارسل الی فاتیتہ فقال لی
الم اخبر انک تصوم الدھر وتقرأ القرآن کل لیلۃ فقلت بلی یا نبی اللہ ولم ارد
بذلک الا الخیر قال فان بحسبک ان تصوم من کل شھر ثلثۃ ایام قلت یا نبی
اللہ انی اطیق افضل من ذلک قال فان لزوجک علیک حقا ولزورک علیک
حقا ولجسدک علیک حقا وقال فصم صوم داود نبی اللہ فانہ کان اعبد
الناس فقال فقلت یا نبی اللہ ما صوم داود قال کان یصوم یومًا
ویفطر یومًا (رواہ مسلم) ۱۲

وہ ایّام جن میں روزہ رکھنا نہیں چاہیئے

عام طور پر ہم نفلی روزے ہر ایک دن رکھ سکتے ہیں اور اکثر زاہد و عابد لوگ ماہِ قمری کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں ۔ یہ ایامِ بیض کے روزے کہلاتے ہیں ۔ مگر بعض دن قومی خصوصیت کے لحاظ سے اکل و شرب، مسرت و نشاط کے دن ہوتے ہیں ۔ ان میں روزہ رکھنا مناسب نہیں ہوتا ۔ بادی النظر میں یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ سارے مسلمان تو کھائیں پیئیں اور ایک شخص مُنہ باندھ لے ۔ اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں عیدوں کے موقعہ پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے[1]۔

اسی طرح ایام تشریق کی نسبت بھی رسول اللہ صلے

---

[1] عن ابی سعید الخدری رضی قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم صیام یومین الفطر والنحر (متفق علیه)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہیں۔ اس لئے ان ایام میں بھی روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ ذوالحجہ کی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخ کو ایام تشریق کہتے ہیں

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب شعبان نصف گزر جائے تو پھر نفلی روزے نہیں رکھنے چاہئیں۔ اس میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ نفلی روزوں میں اس قدر مجاہدہ کرنے سے کہیں فرض روزوں کے لئے طاقت نہ رہے۔ اور ان سے محرومی ہو جائے اس لئے نصف شعبان کے بعد فرض روزوں کی ادائیگی کے لئے تیاری کرنی چاہیئے۔

جمعہ کا دن بھی چونکہ مسلمانوں کے لئے ایک قومی دن ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دن کو بھی روزہ کے لئے مخصوص کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ زاد المعاد میں ہے۔

کان من ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کراھۃ تخصیص یوم الجمعۃ بالصوم

(ترجمہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن
کو روزہ کے لئے مخصوص کر لینے کو ناپسند
فرماتے تھے۔

آٹھواں باب

لیلۃ القدر

رمضان شریف تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اور اس کی بزرگی و افضلیت کی وجہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالےٰ نے بیان فرما دی کہ :-

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ط

رمضان شریف وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اُترنا شروع ہوا (البقرہ ۱۸۵)

احادیث نبویؐ میں بھی رمضان شریف کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں بہت عبادت و سخاوت کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں تو ہمیشہ "اجود الناس" تھے مگر رمضان میں خصوصیت سے آپؐ کی جود و سخا کی کوئی حد نہ ہوتی تھی

لیکن جس طرح مہینوں میں ماہ رمضان کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح راتوں میں لیلۃ القدر کو بھی ایک خاص فضیلت حاصل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ رمضان شریف کو بھی اسی رات کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی۔

چنانچہ اس شب مبارک کا ذکر قرآن مجید میں یوں بھی آیا ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ہ وما ادراک ما لیلۃ القدر ہ لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام قف ھی حتی مطلع الفجر ہ (سورۃ القدر)

(ترجمہ)

ہم نے اس (قرآن مجید) کو لیلۃ القدر میں اتارا اور تو کیا جانتا ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس رات فرشتوں اور کلام الٰہی کا نزول ان کے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ سلامتی ہے اور یہ رات صبح تک رہتی ہے

اس سورت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا نزول لیلۃ القدر میں ہوا۔ اور اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید ماہ رمضان میں نازل ہونا شروع ہوا۔ بعض لوگوں کو ان دونوں بیانوں میں اختلاف نظر آیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود لیلۃ القدر رمضان میں آتی ہے۔ اور ان دونوں آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول لیلۃ القدر کو ماہ رمضان میں شروع ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان شریف کو بھی نزول قرآن کا شرف و بزرگی حاصل ہے۔ اور لیلۃ القدر کو بھی ؛

ایک دوسری آیت قرآنی میں لیلۃ القدر کو لیلہ مبارکہ (شب مبارک) کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالے نے فرمایا ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین

ہم نے (قرآن مجید) کو لیلہ مبارکہ میں اُتارا اور ہم ڈرانے والے تھے

غرض یہ لیلۃ القدر یا لیلہ مبارکہ بڑی بابرکت رات ہے کہ اس میں قرآن مجید ایسی کتاب جس میں تمام

سچائیاں اور حکمت کی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ نازل ہونی شروع ہوئی۔ عربی زبان کے جاننے والے کہتے ہیں۔ کہ "مبارک" وہ چیز ہوتی ہے۔ جس کی نیکی فیض اور خیر کبھی ختم اور منقطع نہ ہو۔ اس لحاظ سے لیلۃ القدر فی الحقیقت "لیلۂ مبارکہ" ہے۔ کہ اس کا فیض یعنی قرآن مجید ہمیشہ کے لئے لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کرتا رہے گا۔ اور اس کی خیر و خوبی میں کبھی زوال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ خاتم الکتب ہے ؂

لیلۃ القدر
رمضان کی کن تاریخوں میں ہوتی ہے

یہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ لیلۃ القدر جس کا دوسرا نام "لیلۂ مبارکہ" بھی ہے۔ رمضان میں واقع ہوتی ہے اور ایک حدیث میں بھی رسول اللہ صلعم

نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر ہر ایک رمضان میں ہوتی ہے لیکن اس سوال کا جواب کہ لیلۃ القدر رمضان کے کس حصہ میں آتی ہے۔ صرف حدیثوں سے ملتا ہے۔

چنانچہ بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رمضان کے عشرۂ آخری کی وتر؟ یعنی ——

اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں

تاریخوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو[2]۔ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کے عشرۂ آخری میں عبادت اور ذکر الٰہی پر خصوصیت سے زور دیتے تھے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا

---

[1] عن ابن عمرؓ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لیلۃ القدر فقال ھی فی کل رمضان (رواہ ابو داؤد)

[2] عن عائشۃؓ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان (رواہ البخاری)

آخری عشرہ آتا ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عبادت الٰہی[1] کے لئے کمر باندھتے ۔ خود رات کو جاگتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو جگاتے تھے

پس مسلمانوں کو بھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا دم بھرتے ہیں ۔ حضور پُر نور کی اس سنت پر عمل پیرا ہونا چاہیئے ۔ اور رمضان کے عشرۂ آخری میں خصوصیت سے عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیئے ؎

---

[1] عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیٰ لیلہٗ وایقظ اھلہ (متفق علیہ)

نواں باب ۹
اعتکاف

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔کہ روزوں سے غرض یہ ہے کہ مسلمان اکل وشرب ولذات نفسانی و دنیوی حظ اور تمام قسم کی برائیوں سے توبہ کرکے ایک پاکیزہ زندگی گزاریں۔اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ سے ہمیں رمضان میں ایک اور قسم کی عبادت کا پتہ چلتا ہے۔جس سے انسان کو دنیوی زندگی سے ایک حد تک بالکل منقطع ہونا پڑتا ہے۔ اور چونکہ رمضان کا عشرۂ آخری خاص برکات کا جاذب ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ عبادت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی آخری عشرہ میں بجا لاتے تھے۔ اور آپؐ کی اُمت کے صلحاء بھی آپؐ کی سنت صحیحہ کی پیروی کرتے ہوئے اسی

عشرہ میں یہ عبادت بجا لاتے ہیں۔ اس عبادت کو اسلامی شریعت میں اعتکاف کہتے ہیں۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ذکر الٰہی کے لئے بیٹھ جاتے۔ بجز حوائج بشری کے باہر نہ نکلتے۔ اور نہ ہی کوئی اور کام کاج کرتے۔ بلکہ تمام دن ذکر الٰہی اور خدا کی عبادت میں گزارتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایام اعتکاف میں بجز کسی خاص بشری حاجت کے اپنے گھر میں بھی تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

حالت اعتکاف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں بھی بجز حاجت بشری کے داخل نہیں ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو مسجد کی کھڑکی سے نکال کر میرے گھر کی طرف کرتے تو میں آپؐ کے بالوں کو کنگھی کر دیتی تھی[1]۔

---

[1] عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتکف

ہاں آپ کی ازواج مطہرات آپ کے ملنے کو مسجد میں ہی تشریف لے آتی تھیں۔ اور جب واپس جانے لگتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ زاد المعاد میں ہے :-

وکانت بعض ازواجه تزوره وهو معتكف فاذا قامت تذهب قام معها

ترجمہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات حالت اعتکاف میں آپ سے ملنے کو آتیں۔ جب جانے کے لئے کھڑی ہوتیں تو رسول اللہ صلعم بھی کھڑے ہو جاتے

اللہ! اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے اس جنس لطیف کو وہ قدر منزلت دی ہے کہ دنیا کا کوئی مصلح اور ریفارمر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر یورپ کی دیدہ دلیری قابل داد کہ باوجود ان حقیقتوں

ادنى الى راسه وهو فى المسجد فارجله وكان لا يدخل البيت الا لحاجة الانسانية (متفق عليه)

کے اعتراض کرنا ہے کہ اسلام نے "عورت" کی پوزیشن (حیثیت) کو گرا دیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں اپنی بیبیوں سے کسی قسم کی مباشرت نہیں کرتے تھے - چنانچہ زاد المعاد میں ہے :-

ولم یباشر امرءۃ من نسائہ وھو معتکف لا بقبلۃ ولا غیرھا

اپنی بیبیوں میں سے کسی کے ساتھ حالت اعتکاف میں آپؐ نے مباشرت نہیں کی - نہ ہی قبلہ لیا - اور نہ ہی کسی اور طرح سے مباشرت کی *

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں - کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف بیٹھنا ہوتا - تو حضورؐ بیسویں تاریخ رمضان کو صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ملہ عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ صلعم اذا اراد ان یعتکف صلی الفجر ثم دخل فی معتکفہ (رواہ ابوداؤد)

نے کبھی گھر میں یا افطار کی حالت میں اعتکاف نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ اعتکاف بجز روزہ اور بجز مسجد کے نہیں ہوتا[1]

ایام اعتکاف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جائے اعتکاف میں چارپائی اور بچھونا بچھا دیا جاتا تھا۔ اور جب کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قضائے حاجت کے لئے نکلتے اور راستہ میں کوئی مریض بھی ہوتا تو آپ اس مریض کے پاس بھی تشریف لے جاتے[2]۔

[1] لا اعتکاف الا بصومٍ ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع

(رواہ ابوداؤد)

[2] زاد المعاد صفحہ ۱۸۷

دسواں باب ۱۰

عید الفطر

ہم کسی گزشتہ باب میں بتا چکے ہیں کہ رمضان کا مہینہ یا ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا تیس ۳۰ دن کا اور اس تمام مہینے میں مسلمانوں کو روزے رکھنے کا حکم ہے۔ رمضان کے بعد شوال کا مہینہ آتا ہے۔ اور یکم شوال کو وہ یوم سعید ہوتا ہے۔ جو تمام اسلامی دنیا میں خوشی و مسرت کا دن ہے۔ عیش و نشاط کے دن تو اور قوموں میں بھی ہیں۔ اور سچ پوچھو تو اس کثرت سے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں اتنے نہیں۔ لیکن اس پہلو میں بھی اسلام کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ اور قوموں نے محض اپنی مرضی سے ایک خاص اپنا قومی دن مقرر کرلیا

یا بڑی دور اندیشی کی تو کسی قومی بزرگ کی کسی تقریب کو اپنے لئے وجہ نشاط بنا لیا۔ اور اس دن کو اپنے لئے عید کا دن قرار دے لیا۔ لیکن مسلمانوں کے لئے جو عید کا دن ہے وہ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ مثلاً عیدُ الفطر کو لیجئے یہ دن اس لئے خوشی کا دن نہیں کہ اسلام کے کسی بڑے بُزرگ کی ولادت اس دن ہوئی۔ یا خود مسلمانوں نے اُس دن کو کسی باہمی مشورے سے خوشی کا دن قرار دے لیا ہو۔ بلکہ یہ دن بھی سچ پوچھو تو خود خدا نے مقرر کیا۔ اور اس لئے مقرر کیا کہ ہر ایک مسلمان قدرتی طور پر فریضہ صوم کو ادا کرنے کے بعد خوش ہو گا پس یہ عید کا دن محض اس لئے خوشی کا دن ہے۔ کہ اس دن مسلمان اس فریضہ سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ جو خدا نے اُن کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر کیا خوشی کا مقام ہو سکتا ہے۔ کہ خدائے عزوجل کے فرائض سے عہدہ برآ ہو۔

رُویت ہلال

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رویت ہلال کے بعد ہی عید کرتے تھے ۔ اور اگر بادل ہوتا ۔ تو پھر رمضان کے تیس۳۰ روزے پورے کرکے عید کرتے تھے ۔ لیکن اگر دو شخص شہادت دیدیں ۔ کہ انہوں نے ہلال شوال دیکھا ہے تو پھر اس شہادت کی بنا پر بھی حضورؐ عید کر دیتے تھے ۔ اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ رُوئیت ہلال کی شہادت عید کے وقت کے بعد ملے ۔ تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزہ افطار فرما دیتے ۔ مگر عید کی نماز دوسرے روز پڑھتے ۔

آج کل تار کی ایجاد نے شہادت کے معاملہ میں بہت آسانی پیدا کر دی ہے ۔ لیکن اس معاملہ میں خاص احتیاط ہونی چاہیئے کہ شاہد خود معتبر اور متقی ہوں ۔ اور احکام

شریعت کا ادب واحترام کرتے ہوں +

تار اور خط کی شہادت کے خلاف فتویٰ

ہمارے ملک کے بعض علمار نے تار اور خطوط کی شہادت کے خلاف فتوے دیا ہے۔ اس فتویٰ میں سب سے بڑا زور اس امر پر دیا گیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عینی شہادت کی تاکید فرمائی ہے۔ مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس استدلال سے کیا مقصود ہے۔ کیا تار اور خط والے عینی شاہد نہیں ہوتے ؟ پھر کہا جاتا ہے کہ تار و خط کی شہادت لیٹر بکس اور ریل جیسے وسیلے سے پہنچتی ہے۔ جو جماد محض ہیں۔ میرے خیال میں اس قسم کی شہادت زیادہ قابل اعتماد ہے

کیونکہ ذی العقول کا وسیلہ تو بعض وقت شہادت کو مجروح کر سکتا ہے۔ اور ممکن ہو سکتا ہے کہ راوی نے کچھ الفاظ اپنے پاس سے ملا لئے ہوں۔ یا قائل کا مطلب ہی نہ سمجھا ہو۔ مگر خط کی صورت میں قائل کے منہ بولے الفاظ ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ یہی حال تقریباً تار کا ہے۔ اور اگر اس میں غلطی کا امکان ہے۔ تو اس کی صحت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ محض ایک تار کا اعتماد نہ کیا جائے۔ بلکہ مختلف مقامات سے جب تاریں ایک ہی مضمون کی موصول ہوں تو پھر اس روایت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

تعجب ہے کہ دنیا کے تمام کام کاج تو تار و ڈاک کے وسیلہ سے ہوں۔ مگر رویت ہلال کے معاملہ میں ان کو ناکافی سمجھا جائے؟ کیا فتویٰ دینے والے بزرگ اپنے دنیا کے کاموں میں اُن پر اعتماد نہیں کرتے؟ بعض علمار کی طرف سے یہ بات بھی پیش کی جاتی ہے۔ کہ اگر مطلع ابر آلودہ ہو تو حدیث شریف کے فتویٰ کے بموجب

دو آدمیوں کی علیٰنی شہادت کافی ہے۔ لیکن اگر مطلع صاف ہو۔ تو اس صورت میں جم غفیر یا کم از کم پچاس اشخاص کی شہادت چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ شرط نہایت احتیاط پر مبنی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ آج کل بڑے بڑے شہروں میں جہاں عمارتیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ علی العموم لوگ چاند دیکھنے سے معذور ہوتے ہیں اور ایسے شوقین بہت کم ہوتے ہیں کہ تمام شہر کو کاٹ کر کسی وسیع میدان میں چاند دیکھنے کے لئے چلے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے شہروں میں عیدین کے متعلق اختلاف ہو جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں جم غفیر کی شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسی شہر کا جم غفیر ہو۔ بلکہ جب دوسرے مقامات سے بذریعۂ تار یا خطوط شہادتیں آجائیں۔ تو پھر اسے جم غفیر کی شہادت ہی سمجھنا چاہیئے

صدقۃ الفطر

صحیح بخاری نے صدقۃ الفطر کا ایک باب باندھا ہے۔ اور اس میں ابن عمرؓ کی ایک روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک مسلمان پر خواہ آزاد ہو یا غلام۔ مرد ہو یا عورت ایک صاع کھجور یا جَو بطور صدقۃ الفطر دینا فرض قرار دیا تھا[1]۔

صاع کی مقدار آج کل کے وزن کے بموجب تقریباً دو سیر ہے۔ اور چونکہ کھجور تو نہیں مگر غلہ گندم عام طور پر کھانے میں آتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اسی مقدار میں گیہوں دے دینی چاہیئے۔ جو لوگ گیہوں کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ وہ جَو بھی دے سکتے ہیں۔

---

[1] ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرض زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعًا من شعیر علیٰ کل حر او عبدٍ ذکر او انثیٰ من المسلمین۔ (صحیح بخاری)

صدقۃ الفطر چھوٹے بچے سے لے کر بوڑھے تک کا ادا کرنا چاہیئے اور نوکروں کی طرف سے بھی ؛

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کرام صدقۃ الفطر شام کو ہی ادا کر دیتے تھے ۔ اور بعض میں یہ بھی آیا ہے کہ عید کی صبح کو نماز سے پہلے ادا کرتے تھے بہر حال نماز عید سے پہلے کسی وقت ہو ۔ صدقۃ الفطر ادا کرنا چاہیئے ۔ کہ اس سے ہمیں ہمدردی خلق کا وہ سبق یاد آتا ہے ۔ جس کے لئے روزے رکھے جاتے ہیں ؛

جن لوگوں کو خدا نے دے رکھا ہے ۔ ان کو محض صدقۃ الفطر پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ تو محض ان لوگوں کے لئے ہے جو کم استطاعت ہیں ۔ ورنہ رمضان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا کی تو کوئی انتہا نہ تھی ۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ خداوندانِ نعمت سنت صحیحہ کی پیروی کرتے ہوئے داد کرم نہ دیں ۔ قرآن مجید میں ہے :۔

من تطوّع خیر فهو خیرٌ له

جو نیکی برضا و رغبت کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے موجب ثواب ہے عید کے دن غسل کرنا چاہیئے۔ اچھے کپڑے پہننے چاہیئں، خوشبو لگانی چاہیئے۔ یہ امور اگر بیجا تفاخر و مباہات سے نہ کئے جائیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ کے عین مطابق ہیں۔ اور قرآن مجید کے اس فرمان واجب الاذعان کے بالکل موافق:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرو

خدا کی نعماء کا ذکر محض زبان سے ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ بہترین ذکر ان کے برمحل استعمال سے ہوتا ہے

ختم شد

کتبہ فضہ رقم

ہمارا مفت لٹریچر

بزبان اردو

۱ — ضرورت مجدد از مولانا محمد علیؒ

۲ — خلافت احمدیہ پر ایک نظر

۳ — جماعت قادیان اور مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ

۴ — رحمۃ للعالمین ... از مولانا صدرالدین صاحب

۵ — وفات مسیحؑ و نزول مسیحؑ

۶ — ایک غلطی کا ازالہ اور قادیانی جماعت کی غلط فہمی
از مولانا محمد علیؒ

۷ — مذہب کی غرض از مولانا محمد علیؒ

۸ — نماز اور ترقی کی تین راہیں از مولانا محمد علیؒ

۹ — مسیح موعود اور ختم نبوت از مولانا دوست محمد صاحب

۱۰ — حقیقت نماز از مولانا محمد علیؒ

۱۱ — تفسیر سورۂ فاتحہ از مولانا صدرالدین صاحب

۱۲- مشاہدات قلبی یا باطنی واردات از چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب

۱۳- اسلام اور دیگر مذاہب از مولانا محمد علیؒ

۱۴- انڈونیشیا کے ایک عیسائی کا جواب از مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب

مفت لٹریچر اور دوسری اسلامی کتب کے لئے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔

آفیسر انچارج
فارن مشنز
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس - لاہور - ۷
مغربی پاکستان

کتب از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (مرحوم)

بزبانِ اردو

مجددِ اعظم جلد اول مجلد ———— ۳۷ — ۴

مجدد اعظم جلد دوم ״ .... ۷۵ — ۳

مجدد اعظم ״ سوم ״ .... — ۴

رسالہ حج .... ۲۵ — ۰

بشارات احمدیہ حصہ اول مجلد ...... — ۳

بشارات احمدیہ حصہ دوم ״ ...... — ۴

بشارات احمدیہ ״ سوم .... — ۴

ولادت مسیحؑ .... ۳۷ — ۰

انوار القرآن حصہ دوم .... ۳۰ — ۸

تناسخ .... ۲۵ — ۰

انوار القرآن حصہ اول (پارہ عم) ...... ۷۵ — ۳

ملنے کا پتہ [احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷

۲۔ کتب از حضرت مولانا صدرالدین صاحب

		آنے	روپے
۱۔ غلبہ قرآن	(مجلد)	۰	۴
۲۔ جمہوریت اسلامیہ		۵۰	۱
۳۔ کامیاب زندگی کا تصور		۰	۱
۴۔ رحمۃ للعالمینؐ، غریبوں کا والی		۵۰	۱
۵۔ خصائص القرآن، مذہب، سیاست اور معاشرت کے متعلق عالمگیر نظریات		۰	۳
(۶) معارف قرآن۔ قرآنی قوانین اور قوانین قدرت کا باہم ارتباط		۰	۱

۳۔ کتب از حضرت مولانا محمد احسن صاحب

القول الممجد	۱۹	۰	سنۃ ضروری	۱۹	۰
اعلام الناس	۱۹	۰	اظہار النصائح	۱۳	
			السراج الوہاب	۱۸	

دار الکتب اسلامیہ کی چند مفید کتابیں

ترجمۃ القرآن انگریزی مع تفسیر

(از حضرت مولانا محمد علی صاحب)

قسم اول ۔ انڈیا پیپر نہایت خوبصورت لچکدار سورا کو چمڑے کی جلد ... 50 روپے

قسم دوم انڈیا پیپر لچکدار جلد .... 20 روپے

قسم سوم عمدہ ولایتی کاغذ موٹی کپڑے کی جلد 15 روپے

سلسلۂ اسلامیہ

(از مولانا مصطفٰے خانصاحب)

نماز ۔ جس میں نماز کی فلاسفی اور اس کے متعلقہ مسایل نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے

روزہ ۔ جس میں روزہ کے مفصل جملہ احکام و مسائل شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں

حج ۔ جسمیں حج کے متعلقہ احکام و مسایل ۔ احکام اور انکی فلاسفی بیان کی گئی ہے

زکوۃ ۔ جسمیں زکوٰۃ کے جملہ مسایل ، احکام اور نصاب وغیرہ کا مفصل ذکر ہے ۔

(نوٹ) بذریعہ خط وکتابت اس سیٹ کی قیمت دریافت فرما دیں